محمد [illegible] بھٹی

فتاویٰ امینیہ

دسویں صدی ہجری کا ایک فقہی مخطوطہ

مخطوطہ کی کیفیت

فتاویٰ امینیہ کا یہ مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ شیرانی میں ہے اور اس کا نمبر ۸/۹۶۱۴م ہے۔

نام مصنف : محمد امین بن عبداللہ۔

نام کاتب : حمید عرف ابراہیم ۔

سطور فی صفحہ : ۱۹

کل اوراق معہ فہرستِ مضامین : ۲۰۵

سائز : ۲،۱۰ً × ۶۰۵ً = ۳۰،۲۸ × ۱۶ سم

خط : نستعلیق شکستہ آمیز

عنوانات و مباحث سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں

ورق ۲، ۷، ۸، ۹ اور آخری دو ورق بیاض۔

مخطوطہ فارسی زبان میں ہے لیکن جہاں جہاں مصنف نے اپنی تائید میں عربی کتابوں کے حوالے دیے ہیں، وہاں ان کتابوں کی اصل عربی عبارت درج کی ہے ۔

فتاویٰ کے تعارف کے سلسلے میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس میں حصۂ عبادات کی نسبت حصۂ معاملات زیادہ وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ۔

مخطوطہ کے نسخے

جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے اس مخطوطہ کے نسخے پوری دنیا میں صرف تین مقامات پر پائے

جاتے ہیں اور اتفاق سے یہ تینوں مقامات برصغیر پاک و ہند میں واقع ہیں۔ یعنی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، حیدر آباد دکن اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور۔ کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن میں اس کے دو نسخے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نمبر ۱۰۴ ہے اور دوسرے کا ۱۰۷۔ نسخہ نمبر ۱۰۴ الخط طبعی مائل بہ نستعلیق بر کاغذ ختائی۔ مکتوبہ ۱۰۳۴ھ، اور کاتب کا نام ساقی محمد بن میرزا قول حسین سمرقندی ہے جملہ صفحات ۲۹۵ اور سطور فی صفحہ ۲۱ ہیں۔

نسخہ ۱۰۷ الخط نسخ معمولی۔ مکتوبہ ۱۰۷۲ھ ہے۔ کاتب کا نام مرقوم نہیں۔ کل اوراق ۱۷۰ اور سطور فی صفحہ ۲۴ ہیں۔[۱]

اس کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں ہے (جس کا نمبر ۱۰۳۶ ہے) اور اس کی فہرستِ کتب میں اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

"فقہ کے مختلف عنوانات پر یہ ایک مختصر مگر جامع فتاویٰ ہے، جو دسویں ہجری میں غالباً ۹۴۸ھ/۱۵۴۱ء کے فوری بعد معرضِ تصنیف میں لایا گیا۔ اس سال کا حوالہ قلمی نسخہ کے ورق ۱۶۸ پر دیا گیا ہے۔ مصنفِ فتاویٰ، اپنا نام امین بن عبید اللہ مومن آبادی البخاری بتاتے ہیں۔ اپنی اس کتاب میں انھوں نے مشہور فقہی مجموعوں کے حوالے دیے ہیں۔ بالخصوص مختار الاختیار سے بکثرت حوالے دیے گئے ہیں۔ موجودہ نسخہ دسویں ہجری کے آخر میں، بخارا میں میرعرب کے مشہور مدرسہ میں نقل کیا گیا۔ کاتب کا نام درویش محمد ابن احمد بخاری ہے۔ نسخہ کی ابتدا۔ یادائم للفضل علینا بتوفیق عامداً لك الخ کے الفاظ سے ہوتی ہے۔"[۲]

اس کتاب کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے، جو اس وقت ہمارے پیشِ نگاہ ہے۔

یونیورسٹی لائبریری کا مخطوطہ اور اس کی کتابت

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا جو مخطوطہ اس وقت ہمارے سامنے ہے، اس کی کتابت حمید عرف

---

[۱] فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ قلمیہ (حصہ دوم) مخزونہ کتب خانۂ آصفیہ۔ حیدر آباد دکن مطبوعہ ۱۳۵۷ھ۔ ص ۱۴۰۔

[۲] کیٹلاگ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال۔ جلد دوم (حصہ فارسی) از ایوانیو (نسخہ ۱۰۳۶)

ابراہیم بن سید بھیکہ بن سید ابوالخیر نے کی وہ ہفتہ کی شب ۲ صفر ۱۰۸۹ھ کو اس کی کتابت سے فارغ ہوا۔ مقام کتابت دارالخلافہ شاہ جہان آباد (دہلی) ہے۔ اس زمانے میں عالمگیر تخت ہند پر متمکن تھا اور اس کا سال جلوس ۲۱ تھا۔ اس ضمن میں مخطوطہ کے آخر میں کاتب کی طرف سے یہ عبارت درج ہے:

الحمد لله الذی وفقنی بکتابة هذه النسخة المسماة بالفتاوی الامینیة وصلی الله علی سیدنا محمد وآله اجمعین۔ قد وقع الفراغ من کتابة هذه النسخة بعون الملک الوهاب وقت العشاء من لیلة السبت فی تاریخ الثانی من شهر صفر۔ ختمه الله تعالی بالخیر والظفر من سنة الف وتسع وثمانین من الهجرة النبویة بید العبد المفتقر الی الله الهادی حمید عرف ابراهیم بن سید بهیکه بن سید ابوالخیر بن سید سعد الله بن سید پیاره الحسینی الجائسی۔ اللهم اغفر له ولوالدیه ولاجداده ولجمیع المسلمین وما لکها کاتبها المذکور یرجو من ینتفع بهذه النسخة ان یدعو بدعا الخیر وکتبه فی دار الخلافة المتبرکة شاه جهان اباد فی سلطنة شاه عالمگیر خلد الله تعالی سلطنته وادام الله تعالی علی العدل والانصاف ۲۱ جلوس والا۔

ابتدائیہ

اس کتاب کے ابتدا میں مصنف نے بطور تمہید کے یہ سطور تحریر فرمائی ہیں:

یا دائما للفضل علینا بتوفیق محامدك ویا باسطا لایدینا لتمنی وسائلك اهدنا هدایة کافیة علی وجه الکفایة واختم علی خیر امورنا من البدایة الی النهایة وصل علی خلاصة الاصفیاء وسید الاتقیاء محمد سید المرسل والانبیاء وعلی آله واصحابه الاذکیاء والاولیاء سیما الخلفاء الراشدین الذین نوروا العالم بضیاء الملة البیضاء وبعد فیقول العبد الفقیر الی الله الهادی

محمد امين بن عبد الله المؤمن آبادی لما صرفت معظم عمری وعنفوان
شبابی فی ملازمة الفقهاء الماهرين فی البلدة الفاخرة بخارا بتصوير
الوقائع وتحقيق الحوادث سألنی كثير من الفضلاء والجم الغفير
من الاذكياء لحسن ظنهم فی صرف الهمة الی تصوير الوقائع التی وشمت
بتوقيع ذلك العلماء ومن يتدبروا بانها علی وجه لاريب فيها لاحد
من الادباء وكنت اعرضت عن امرها لفساد الزمان والشامة للهجرة
وشر الاعداء والاوطان حتی كثر مسائلتهم واستحی من دفعهم
شرعت فی ذلك المرام ليكون تبصرة للمحصلين من الخلان وتذكرة
للعارفين من الاقران واسأل الله التوفيق علی الاتمام وبيده ازمة
التحقيق والانعام وسميته بالامينية لما فيه من الودائع اليقينية
يا ناظر اسأل بالله رحمة علی المصنف واستغفر لمؤلفه ۔

فہرستِ مضامین

مخطوطے کے آخر میں فہرست مضامین ہے، جو "فہرست فتاویٰ امینیہ" کے عنوان سے مندرجہ ذیل ترتیب سے درج ہے :-

كتاب الطهارة ۔ كتاب الصلوٰة ۔ كتاب الزكوٰة ۔ كتاب الصوم[1]
كتاب النكاح ۔ كتاب الرضاع ۔ كتاب الطلاق ۔ كتاب العتاق ۔
كتاب الايمان ۔ كتاب البيع ۔ كتاب الشفعة ۔ كتاب القسمة ۔
كتاب الهبة ۔ كتاب الاجارة ۔ كتاب العارية ۔ كتاب الوديعة
كتاب الغصب ۔ كتاب الرهن ۔ كتاب الكفالة ۔ كتاب الحوالة ۔
كتاب الوكالة ۔ كتاب الشركة ۔ كتاب المزارعة والمساقاة

---

[1] کتاب کے متن میں کتاب الصوم کے آگے کتاب الحج ہے، جو صرف آدھے صفحے پر مشتمل ہے ۔ کتاب الحج، فہرستِ مضامین میں درج نہیں ۔

کتاب احیاء الاموات - کتاب الوقف - کتاب الکراھیۃ - کتاب الاشربۃ
کتاب الذبائح - کتاب الاضحیۃ - کتاب الصید - کتاب اللقطۃ
واللقیط - کتاب المفقود - کتاب القضایا - کتاب الشہادۃ - کتاب
الاقرار - کتاب الدعوٰی - کتاب الصلح - کتاب الحدود - کتاب الجہاد -
کتاب الجنایات - کتاب الدیات - کتاب الحیطان - کتاب الاکراہ -
کتاب الحجر والاذن - کتاب الوصایا -

مصنفِ فتاویٰ -

اس فتاویٰ کے مصنف کے بارے میں سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان کا نام محمد امین ہے اور یہ بخارا میں رہے ہیں ۔ مصنف نے مقدمہ کتاب میں خود ہی اپنے بارے میں یہ وضاحت کی ہے کہ انھوں نے یعنی محمد امین بن عبداللہ مومن آبادی نے اپنی عمر اور دورِ شباب کا بہت بڑا حصّہ بخارا میں اجلۂ فقہا کی صحبت و مجالس میں گزارا اور مسائلِ فقہ اور علومِ متداولہ سے خاص تعلقِ خاطر پیدا ہوگیا تو فضلائے زمانہ کی بہت بڑی تعداد اور اذکیائے عصر کے جمِ غفیر نے ایک خاص نوع کے علمی حسنِ ظن کی بنا پر ان سے کہا کہ وہ مسائلِ فقہی اور علما کے مشہور فتاویٰ کی جمع وتدوین کے لیے کمرِ ہمت باندھیں ۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا ۔

اب سوال یہ ہے کہ مصنف درحقیقت کس خطہ کے رہنے والے ہیں اور یہ کتاب انھوں نے کہاں تصنیف کی ؟ مقدمۂ کتاب ، ترتیب کتاب ، مصنف کے نام اور مختلف نسخوں کے کاتبوں کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف برصغیر پاک و ہند ہی کے کسی علاقے کے باشندے ہیں اور انھوں نے یہ کتاب طویل عرصہ فقہائے بخارا کی علمی مجالس سے مستفید ہونے کے بعد تصنیف کی ۔ پھر اس کتاب کے مختلف نسخے ، صرف برصغیر کے کتب خانوں سے دستیاب ہوتے ہیں اور کسی ملک کی فہرست کتب سے کم ازکم میں ان کے بارے معلومات حاصل کرنے سے قاصر رہا ہوں ۔

جس زمانے (۹۴۸ھ - ۱۵۴۱ء) میں یہ کتاب تصنیف کی گئی وہ ہندوستان میں مغل حکمران ہمایوں کی حکومت کا زمانہ ہے ۔ وہ علما و فقہا کا بڑا قدردان تھا ۔ ممکن ہے

فتاویٰ امینیہ کے مصنف اسی زمانے میں یا اس سے قبل بابر کے عہد میں حصولِ علم کی غرض سے بخارا گئے ہوں اور وہاں سے واپس ہندوستان آکر انھوں نے یہ کتاب تحریر کی ہو۔

ماخذ

فتاویٰ امینیہ حنفی مسائل فقہ کو محیط ہے اور اس کے ماخذ وہی کتابیں ہیں جو حنفی فقہ پر مشتمل ہیں۔ مثلاً فتاویٰ قاضی خان، الواقعات الحسامیہ، فتاویٰ شیبانی، علامہ سرخسی کی المبسوط فتاویٰ ابوالليث، المحیط، المنیہ، شرح وقایہ اور مختار الاختیار وغیرہ کتبِ فقہ۔

بیاض

پیشِ نگاہ مخطوطہ تین مقامات سے ناقص ہے اور ان بیاض چھوڑے گئے ہیں۔ دیگر کتبِ فقہ کی طرح یہ فتاویٰ کتاب الطہارۃ سے شروع ہوتا ہے لیکن کتاب الطہارۃ کا پہلا ورق (یعنی ورق ۲) اس میں موجود نہیں۔ یہاں ایک خالی ورق لگایا گیا ہے۔

دوسرا نقص کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ کتاب الصلوٰۃ (جیسا کہ عنوان کے شروع میں وضاحت کی گئی ہے) دس فصول پر محتوی ہے لیکن درج ذیل پہلی چار فصلیں اس میں موجود نہیں۔

الفصل الاول فی الاوقات والاذان۔

الفصل الثانی فی شرائط الصلوٰۃ وارکانھا۔

الفصل الثالث فی الامام والمسجد والمسبوق۔

الفصل الرابع فی المفسدات والمکروھات۔

ان چار فصول میں سے صرف دو سطریں فصلِ اوّل کی اور ایک آخری صفحہ فصل رابع کا البتہ کتاب میں موجود ہے۔ باقی تین ورق (۷، ۸، ۹) خالی ہیں۔

مخطوطہ کے آخر میں کتاب الوصایا ہے۔ اس کے بھی دو آخری ورق ناقص ہیں۔

اب ذیل میں اس کے بعض مضامین کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے تاکہ معزز قارئین کو اس کے محتویات و مشمولات کا اندازہ ہو سکے۔

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الزکوٰۃ ورق ۱۶ سے شروع ہو کر ورق ۱۸ب پر ختم ہوتی ہے اور تین فصول پر مشتمل ہے۔

(کتاب الزکوٰۃ مشتمل علی ثلثۃ فصول) پہلی فصل میں یہ بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کس قسم کے مال پر واجب ہوتی ہے۔ (الفصل الاول فی انہ علی ایّ مال وجب الزکوٰۃ) دوسری میں مصارفِ زکوٰۃ کی وضاحت کی گئی ہے۔ (الفصل الثانی فی المصارف) تیسری میں عشر، خراج اور صدقۃ الفطر کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ (الفصل الثالث فی العشر والخراج وصدقۃ الفطر)۔

کیا مال حرام سے زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے؟

فصل اوّل کے شروع میں یہ سوال پیدا کیا گیا ہے کہ از روئے شرع مال حرام سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں مصنف جواب دیتے ہیں۔ نہیں! اس ضمن میں مصنف کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

وما قولہم رضی اللہ عنہم درآنکہ اگر شخصے را اموال حرام جمع شدہ باشد، خواہ مالکِ آں معلوم باشد وخواہ نباشد۔ شریعت بروے زکوٰۃ باشد بلا سبب شرعی یا نے۔؟ نے۔! واللہ اعلم۔

استفتا کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس مالِ حرام جمع ہو اور اس کے اصل مالک کا پتہ معلوم ہو یا نہ ہو، شرعی اعتبار سے اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی یا نہیں۔؟ مصنف فرماتے ہیں۔ نہیں واجب ہو گی۔!

مصنف نے اس جواب کی وضاحت ایک دوسری کتاب کی عربی عبارت درج کر کے اس طرح کی ہے۔

من اسباب وجوب الزکوٰۃ الذی ھو فی المال ان یکون المال حلالا لانہ اذا کان حراما فلا یخرج من وجہین۔ اما ان یکون لہ خصم حاضر فیردہ علیہ واما ان لایکون لہ خصم حاضرا۔ فیعطیہ الی الفقراء کلہ ولا یحل منہ قلیل ولا کثیر۔ فالزکوٰۃ انما یکون فی المال الحلال[1]۔

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ زکوٰۃ اُس مال سے واجب ہوتی ہے جو صاحبِ مال کے لیے حلال ہو۔ جب وہ اس کے لیے حرام ہو گا تو اس مال سے دو وجوہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کی

---

[1] ورق ۱۶

جائے گی - اوّل یہ کہ اس مال کا اصل مالک موجود ہے، اگر موجود ہے تو اس کے سوا دوسرا کوئی شخص اس کا حق دار نہیں - لہٰذا وہ مال اسے لوٹا دیا جائے - دوم یہ کہ اصل مالک موجود نہیں - اس صورت میں جس شخص کے قبضے میں یہ مال ہے، وہ اس سارے مال کو فقرا میں تقسیم کر دے - اس میں سے کم یا زیادہ مقدار میں اس کے لیے حلال نہیں - اور زکوٰۃ حلال مال سے ہی ادا کی جا سکتی ہے -

مصارفِ زکوٰۃ میں سے ایک مصرف

کتاب الزکوٰۃ کی دوسری فصل میں جو مصارفِ زکوٰۃ (الفصل الثانی فی المصرف) کو محیط ہے اس سلسلے کے متعدد مسائل بیان کیے گئے ہیں - اس میں ایک مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی اہلِ علم کے پاس دو سو درہم کی کتابیں ہوں (دو سو درہم کی رقم نصابِ زکوٰۃ کو پہنچ جاتی ہے) اور وہ کتابیں تجارت و فروخت کے لیے نہ ہوں بلکہ درس و تدریس اور مطالعہ کے لیے ہوں اور اس شخص کی مالی حالت اچھی نہ ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ و صدقہ قبول کرنا جائز ہے - قطع نظر اس کے کہ وہ کتابیں حدیث کی ہوں یا فقہ کی یا ادب کی - چونکہ وہ مطالعہ و درس کے لیے ہیں، لہٰذا ان کی حیثیت اس لباس کی سی ہوگی جو کسی نے پہن رکھا ہو لیکن اگر کتابیں ضرورت سے زائد ہوں تو صدقہ قبول کرنا جائز نہ ہوگا - اس ضمن میں فتاویٰ کے الفاظ یہ ہیں:-

وما قولهم رضی اللہ عنہم - در آنکہ طالب علم کتب دارد کہ قیمتِ آں بنصاب میرسد و بایں کتب احتیاج دارد بجہت قرأت و درس لبشریعت او را گرفتن زکوٰۃ جائز باشد؟ باشد - واللہ اعلم -

رجل لہ کتب العلم ما یساوی مائتی درھم یحل لہ ان یاخذ الزکوٰۃ ان کانت الکتب مما یحتاج الیھا للحفظ والدرس والصحیح لایکون نصاباً وحل لہ اخذ الصدقۃ فقھاً کان او حدیثاً او ادباً لانہ مشغول بحاجتہ فصار کثیاب اللبس وان کان زائداً علی قدر الحاجۃ لایحل لہ اخذ الصدقۃ[1]

---

[1] ورق ۱۶

زکوٰۃ کا ایک اور مصرف

بعض اوقات بعض افراد کی ظاہری حالت لوگوں کو دھوکے میں ڈال دیتی ہے اور ان پر استغنا کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کے باطن میں جھانک کر دیکھا جائے تو وہ مستحق زکوٰۃ و صدقہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا اندازِ زیست اس قسم کا ہوتا ہے کہ کسی کو ان کی تنگدستی اور احتیاج کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بظاہر ان کے پاس مکان، خدام، سامانِ زیست، پہننے کے لیے لباسِ گوناگوں اور اسباب و امتعہ سب چیزوں کی فراوانی ہوتی ہے، مگر درحقیقت وہ نادار ہوتے ہیں۔ ان کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھانا اور انھیں زکوٰۃ دینا چاہیے جب تک کہ وہ مالی لحاظ سے خود زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ اس بارے میں الفصل الثانی فی المصرف میں مصنف فتاویٰ لکھتے ہیں:۔

ما قولهم رضی اللہ عنہم۔ درآنچہ باوجود آنکہ شخصے را مسکن و خادمان و چیزہا درکد خدائی بآں احتیاج وارد از امتعہ وطبق وگلیم و عامہا پوشیدنی و سلاح وغیر آں وغیر ایں اشیا می دارد کہ مالکِ نصاب شود، نباشد درا بشریعت بایں شخص زکوٰۃ دادن بہ او جائز باشد یا نے۔ ؟ بینوا توجروا۔ باشد واللہ اعلم۔

ولا باس بصرف الزکوٰۃ الی من لہ مسکن وخادم وما یحتاج الیہ فی الکدخدائیۃ من الاثاث والامتعۃ وثیاب البذل والسلاح ونحو ذلک مالم یملک ذلک نصابا اومایساوی نصابا سواءً کان للتجارۃ اولم یکن مختص لہ[1]

کتاب النکاح

چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے عورت کے نکاح کی شہادت

کتاب النکاح میں مصنفِ فتاویٰ نے اس موضوع سے متعلق متعدد مسائل بیان کیے ہیں۔ ان میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت چہرے پر نقاب لٹکائے ہوئے ہو اور گواہوں کے سامنے اس طرح بیٹھی ہو کہ وہ اسے دیکھ اور پہچان نہ سکتے ہوں اور جس شخص سے وہ نکاح کی خواہاں ہے وہ بھی مجلس میں موجود ہو۔ اب گواہوں کی موجودگی میں وہ مرد اور با پردہ عورت ایک دوسرے کے

---

[1] ورق ۱۷

نکاح میں آجائیں اور یہ کہیں کہ ہم آپس میں بیوی خاوند ہیں تو ان کی بات ازروئے شریعت صحیح ہوگی اور ان کا عقد ادر گواہوں کی موجودگی میں (اگرچہ گواہ عورت کو نہ پہچانتے ہوں) ان کا ایجاب وقبول بالکل صحیح اور نافذ سمجھا جائے گا۔ مصنف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

وما قولهم رضی اللہ عنہم - درآنکہ زید، زینب حاضرۂ متنقبہ را بزنی خواست و زینب نفسِ خود را بزنی بزید داد بحضور شہود عدول - بشریعت بینہما عقد نکاح منعقد شدہ باشد؟ شدہ باشد- واللہ اعلم-

وان كانت المرأة حاضرة الا انها متنقبة لا يعرفها الشهود- فقال الزوج تزوجتها فقالت المرأة زوجت جاز- هو المختار[1]

نکاح خواں صغائر کے نکاح کی اُجرت نہیں لے سکتا۔

اس سلسلے میں مصنف نے ایک سوال یہ پیدا کیا ہے کہ نکاح خواں اگر چھوٹی عمر کے لڑکے لڑکیوں کا نکاح پڑھائے تو ان سے اُجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟ مصنف اس کا جواب دیتے ہیں کہ نہیں لے سکتا۔ کیونکہ نکاح خوانی اس کے فرائض میں داخل ہے مصنف فرماتے ہیں:-

ما قولہم رضی اللہ عنہم- درآنکہ قاضی را در نکاح صغائر بشریعت اُجرت گرفتن حلال باشد یانے-؟- نے-! واللہ اعلم

اخذ القاضي الاجرة في نكاح الصغائر ليس بجائز لانه واجب عليه[2]

کم سن لڑکی کا نکاح غیر کفو میں صحیح نہیں

کتاب النکاح میں مصنف فتاوی نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ کم عمر لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر دے تو ایسا نکاح شرعی لحاظ سے صحیح متصور ہوگا یا نہیں-؟ مصنف لکھتے ہیں- یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوگا- الفاظ یہ ہیں:-

وما قولہم رضی اللہ عنہم- درآنکہ بر تقدیر کہ زید پدر زینب صغیرہ، زینب را بعمرو کہ غیر کفوِ زینب است، دہد، بشریعت این نکاح جائز باشد یانے-؟ نے- واللہ اعلم-

اس کی تائید میں فتاوی ابواللیث کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

---

[1] ورق ۲۱ [2] ورق ۲۲

الاب لو زوج صغیرۃ من غیر کفو لہ یجز[1]

یعنی اگر باپ کم سن لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو جائز نہیں ہوگا۔

کتاب الطلاق

کتاب الطلاق آٹھ فصلوں پر مشتمل اور سترہ اوراق کو محیط ہے اور اس موضوع سے متعلق اس میں تمام تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

اگر طلاق کی گنتی میں شک پڑ جائے۔

اس میں ایک مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہو اور بعد میں اسے شک پڑ جائے کہ معلوم نہیں ایک طلاق دی ہے یا تین طلاقیں تو شک کا فائدہ مطلقہ بیوی کو پہنچے گا۔ اور فقہی لحاظ سے یہ ایک ہی طلاق متصور ہوگی۔ مصنف بصورت استفتا تحریر فرماتے ہیں:-

وما قولهم رضی اللہ عنہم - درآنکہ زید را شک است دریں کہ زوجۂ وے سہ طلاق است یا یک طلاق۔ بشریعت تا یقین نشود زید را کہ سہ طلاق است یا ظن غالب نشود او را بہ سہ طلاق بودن، ایں زن بشریعت زوجۂ زید شود و او را زائد از یک طلاق شود یا نے ؟ - نے - با واللہ اعلم۔

مصنف کا جواب یہ ہے کہ طلاق کی گنتی میں شک پڑ جانے کی صورت میں طلاق ایک ہی شمار ہوگی، اس سے زیادہ شمار نہ ہوگی۔

اپنے جواب کی تائید میں مصنف نوادر ابن سماعہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی نوادر ابن سماعۃ عن محمد اذا شك انه طلق واحدۃ او ثلاثا فهی واحدۃ حتی یتیقن او یکون اکثر ظنه علی خلافه[2]

یعنی جب تک مرد کو یقین نہ ہو جائے کہ بلا شبہ طلاقیں تین ہی تھیں ایک نہ تھی یا اس کا غالب ظن تین کا ہو، ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔

شوہر غائب ہو تو بیوی کے اخراجات کون ادا کرے؟

کتاب الطلاق کی آٹھویں فصل میں مصنف فتاوی نے یہ مسئلہ موضوع بحث ٹھہرایا ہے کہ کسی عورت کا شوہر

---

[1] ورق ۲۳ ب

[2] ورق ۳۱ ب

غائب ہو تو اس کے اور اس کے بچوں کے نان و نفقہ کی کیا صورت ہوگی اور اس کے اخراجات کی ذمہ داری کس پہ عائد ہوگی۔؟ مصنف فرماتے ہیں۔ عورت کے شوہر کا باپ اس کو اور اس کے بچوں کو نان و نفقہ مہیا کرے گا۔ اگر باپ انکار کرے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس کے اخراجات کی کفالت کرے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اس قسم کی ذمہ داری "اقرب" پر عائد ہوتی ہے۔ چونکہ باپ بحیثیت باپ کے بیٹے کا اقرب ہے۔ لہذا وہی اس کی بیوی بچوں کے اخراجات برداشت کرے گا۔ مصنف کے الفاظ یہ ہیں:۔

زید پسر عمرو، غائب است و زینب زوجۂ زید احتیاج بنفقہ دارد و زید برائے او نفقہ نگزاشتہ است۔ بشریعت نفقۂ زینب بر عمرو باشد۔

مصنف رح اس کی تائید میں فقہ کی کسی کتاب کا نام لیے بغیر اس سے درج ذیل عبارت نقل کرتے ہیں:

یجب الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدھا وکذا الام علی نفقۃ الولد یرجع بھا علی الاب وکذا الاجداد اذا غاب الاقرب[۱]۔

اگر غائب شدہ شوہر کا کوئی غلام ہو؟

مصنف نے اس سلسلے میں ایک بات یہ لکھی ہے کہ اگر شوہر غائب ہو اور اس کا کوئی غلام یا ملازم موجود ہو، تو عورت کو چاہیے کہ اس کی اطلاع قاضی کو دے۔ قاضی کا فرض ہے کہ وہ اس غلام کو حکم دے کہ وہ محنت مزدوری کرکے یا کوئی کاروبار کرکے اپنے مالک کی بیوی کے اخراجات پورے اور اس کے اور اس کے بچوں کے لیے نان و نفقہ مہیا کرے۔ الفاظ یہ ہیں:۔

زید از نزد زینب زوجۂ خود، بے نفقہ غائب شدہ است و زید را غلام مملوک کاسبی ہست۔ بشریعت رسد قاضی، سلام را کہ بالتماس زینب، ایں غلام را فرماید تا از کسب خود برائے نفقہ زینب چیزے دہد۔

مصنف نے اس کی تائید میں فتاوی السراجیہ اور الناصریہ کی حسب ذیل عبارت درج

---

[۱] ورق ۴۶

کی ہے :-

فی الفتاوی السراجیۃ والناصریۃ لامرأۃ الغائب زوجھا ، ان یرفع الامر الی القاضی حتی یامر عبد الغائب ان ینفق علیھا من کسبہ[۱]

اگر شوہر مال و دولت چھوڑ گیا ہو

اس ضمن میں مصنف کتاب فتاوی ظہیریہ کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں کہ اگر غیب شدہ شوہر کا کوئی مال و دولت یا جائداد بصورت جنس یا نقدی ہو تو عورت کو چاہیے کہ قاضی کی طرف رجوع کرے اور اسے جائداد کی تفصیلات سے آگاہ کرے ۔ اگر یہ بات قاضی کے علم میں آجائے تو قاضی کا فرض ہے کہ دو چیزوں کے ثابت ہو جانے کے بعد اس جائداد سے عورت کے نان و نفقہ کا انتظام کر دے ۔ ایک یہ کہ کیا فی الواقع یہ جائداد یا مال و دولت اسی غائب شدہ آدمی کی ملکیت ہے ۔ دوسرے یہ کہ یہ عورت اسی کی منکوحہ ہے ۔ اگر یہ دونوں باتیں ثابت ہو جائیں تو وہ اس مال سے اپنے اخراجات پورے کرنے کی مستحق ہو جاتی ہے ۔

اس مسئلے کے متعلق فتاوی امینیہ کے مصنف کے الفاظ یہ ہیں :-

زید از نزدِ زینب زوجۂ خود بے نفقہ غائب شدہ است و زید را نزدِ خالد مالے ہست از جنس ، زینب از قاضی التماس مے کند کہ نفقہ اورا دریں مالِ زید فرض کند و قاضی عالم است بایں کہ زینب در نکاحِ زید است وایں مالِ زید است ، بشریعت رسد ۔ قاضی اسلام را کہ بعد ازانکہ زینب را سوگند دہد کہ برائے وے نفقہ نگذاشتہ است ۔ نفقہ زینب را دریں مال فرض کند ۔ واللہ اعلم ۔

اس کی تائید میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ فتاوی ظہیریہ کی یہ عبارت درج کرتے ہیں :-

اذا غاب الزوج ولہ مال حاضر وطلبت المرأۃ النفقۃ ، فرض لھا القاضی بالنفقۃ اذا علم بالنکاح لان ھذا ایفاء لیس بقضاء لان القاضی عرف سبب النفقۃ وھو النکاح لکن بشرط ان ینظر الغائب وذالک ان یحلفھا انہ لم یعطھا نفقۃ[۱] (باقی آئندہ)

---

[۱] ورق : ۲۷ ب